اسلامی ماڈرنسٹ کسی ایک بنیاد پر تو ہوں!

مغرب کی فکری درآمدت کو ’اسلامی‘ بنیادیں فراہم کرنے والے طبقے.. تضادات کی عجیب مثالیں پیش کرتے ہیں۔ ’’خلافت‘‘ کا رد ہر حال میں ہونا چاہئے، اس کے مقابلے پر ’ماڈرن سٹیٹ‘ کا کیس ہر حال میں ثابت ہونا چاہئے، نیز یہ ہردو مقدمے ’’اسلامی‘‘ دلائل سے ثابت ہونے چاہئیں، یہ سب قابل فہم... لیکن یہ سب باتیں منطقی بھی تو نظر آنی چاہئیں!

’ماڈرن سٹیٹ‘ کی حمایت میں یہ حضرات وہ دور کی کوڑیاں لائیں گے جو خود ماڈرن سٹیٹ کے فلسفہ میں فٹ نہ بیٹھیں! جدید دنیا انسانوں کی تقسیم ’’دین‘‘ کی بنیاد پر کرنے کی قائل نہیں، اِن حضرات کے ’اسلامی‘ بیان میں یہ بات تو من و عن آگئی۔ لیکن ’ماڈرن سٹیٹ‘ تو اپنی دلیل خود ہے ۔ (’ربوبیت‘!) لیکن یہ حضرات اس کو ’’دین‘‘ سے ثابت کرنے چل دیے! حالانکہ یہ اُس کی ضرورت نہیں! وہ تو اپنی دلیل ہی ’’جبر‘‘ سے لیتی ہے اور ’’جبر‘‘ کے سوا اُس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔[[1]](#footnote-1) ہمارے یہ اسلامی حضرات اِس موضوع پر علاقوں کے الگ الگ رہن سہن اور زبان وغیرہ کی جو دلیل دیتے ہیں اُس کا حال ہم پیچھے دیکھ آئے؛ ماڈرن سٹیٹ اپنے حق میں وہ دلیل دے ہی نہیں سکتی۔[[2]](#footnote-2) ان کی اس دلیل نے الٹا خلافت کا کیس ثابت کیا ہے۔ کیونکہ ماڈرن سٹیٹ تو ایک ہی زبان بولنے اور ایک ہی رہن سہن رکھنے والوں کے مابین جا بجا سرحدیں کھڑی کرتی ہے؛ اور یہ واقعہ روئےزمین پر جگہ جگہ دیکھا جا سکتا ہے۔

اب ہم آگے چلتے ہیں۔

# ’انتظامی‘ اور ’’مِلّی‘‘ یونٹ کا فرق

اب یہ ان لوگوں کے ہاں طےہے کہ کسی نہ کسی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم ہونی ہے... اور واضح رہے یہ تقسیم محض ’انتظامی‘ نہیں بلکہ ’’ملی‘‘ ہوگی؛ یعنی:

1. ان میں سے ایک ایک اکائی سوسائٹی کو محض ’چلانے‘ کی اکائی نہ ہوگی بلکہ سوسائٹی کو ’’تشکیل‘‘ دینے والی اکائی ہوگی۔ لہٰذا کچھ نہ کچھ نہ کچھ نظریات، اصول اور تصورات وہ ضرور ایسے رکھے گی جن کی جانب اس کے معاملات حتمی طور پر ’’لوٹائے‘‘ جائیں گے؛ اور جن کی بنیاد لامحالہ کچھ میٹافزیک metaphysic مباحث پر ہی استوار ہوگی۔[[3]](#footnote-3) یہ نظریات جن کو وہاں کے ’عام شہری‘ کی ساخت میں بولنا اور اس کی تشکیل کرنا ہوگی، اور جو کہ ’نرسری‘ سے وہاں کے ’عام انسان‘ کی گھٹی میں اتارے جانا شروع ہوں گے اور تعلیم و ابلاغ کی اعلیٰ ترین سطح تک چلیں گے.. ’عام انسان‘ کی ساخت میں بولنے اور اس کی تشکیل کرنے والے یہ نظریات ایک ماڈرن سٹیٹ میں ’’الکتاب‘‘ (آئینِ خداوندی) تو ہو نہیں سکتی (جس کا وصف بیان ہوا: لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ’’تاکہ وہ فیصلہ کرے انسانوں کے مابین ان تمام مسائل کا جو ان میں باعثِ نزاع رہے‘‘)[[4]](#footnote-4)۔ کیونکہ ایسا خطہ آپ کہاں سے لے کر آئیں گے جہاں ایک ہی مذہب کے لوگ بستے ہوں![[5]](#footnote-5) لہٰذا حتمی مرجع وہاں پر کسی ایک مذہب کا خدا اور اس کا رسول ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ ہوئی اس کی ’’تشکیلی‘‘ حیثیت۔

1. وہ سوسائٹی کی محض ’انتظامی‘ اکائی نہیں بلکہ اس کی باقاعدہ ’’شناخت‘‘ ہوگی۔ یعنی وہاں کے انسانوں کی ہر دوسری شناخت اس کے اندر باقاعدہ گم کرائی جائے گی۔ اس کو زیادہ سے زیادہ ’’نمایاں‘‘ اور ’’متفقہ‘‘ اور ’’باربار کا حوالہ‘‘ بنایا جائے گا۔ ’دوسروں‘ سے جدا ہونے کے معاملہ میں اس کو ’’امتیاز‘‘ کی معتبر ترین بنیاد مانا جائے گا ؛ اس کے مقابلے پر شناخت کے دیگر عوامل (مانند ’**مذہب**‘، لسان، نسل اور جنس وغیرہ) کو ’’امتیاز‘‘ اور ’’فخر‘‘ کے طور پر سامنے لانے کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ جوکہ اس (مرکزی چیز) کو ’’ملت‘‘ کا ایک باقاعدہ معنیٰ دیتا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں پوائنٹ اس کو محض کوئی ’انتظامی‘ تقسیم نہیں رہنے دیتے۔ بلکہ ’’ملِّی‘‘ تقسیم کا ایک معنیٰ دیتے ہیں۔

ملی: یعنی انسان کے شعور کی تشکیل اور اس کی شناخت کی بنیاد بننا۔

جہاں تک محض ایک ’انتظامی‘ تقسیم یا پھوٹ کا تعلق ہے... تو وہ تو بدقسمتی سے ہماری ’’الجماعۃ‘‘ میں بھی ہوجاتی رہی ہے۔ بلکہ کسی کسی وقت یہ خودمختار اکائیوں کی صورت دھار لیتی رہی ہے، یہاں تک کہ ان اکائیوں کے مابین لڑائی بھڑائی کی نوبت آجاتی رہی ہے... جوکہ ’’جماعت‘‘ کے معنیٰ کو ناقص کرنے کا موجب ہے اور ’’آئینِ جماعت‘‘ کے حق میں ایک سنگین گناہ۔ لیکن اس کی کیفیت اُس صورتحال سے مختلف نہیں جہاں ایک ہی فوج دومتحارب دھڑوں میں بٹ جائے اور ان کے آپس میں کسی وقت خونریزی تک ہوجائے۔

پس یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ **دورِ ماضی میں ہمارے یہاں پایا جانے والا ’’متعدد خودمختار اِمارتوں‘‘ کا فنامنا (حتیٰ کہ ہماری طوائف الملوکی) ایک ’انتظامی‘ معنیٰ کی پھوٹ تھی**؛ جس سے ’’الجماعۃ‘‘ کا معنیٰ شدید حد تک متاثر ضرور ہوتا تھا مگر یہ کوئی ’’مِلّی‘‘ یا ’’تشکیلی‘‘ معنیٰ کی تقسیم نہ تھی جوکہ ’’الجماعۃ‘‘ کے معنیٰ کو ختم کرکے رکھ دینے والی چیز ہے۔ ہاں ’’تشکیلی تقسیم‘‘ وہ چیز ہے جو ان اکائیوں کو الگ الگ حیثیت میں ’’الجماعۃ‘‘ کا معنیٰ دے ڈالے گی۔

# مگر یہ ’’مِلّی تقسیم‘‘ اسلام کے حق میں جرم ہے!

اب دو باتیں سرے لگیں:

1. ایک تو (ان کے ہاں) یہ طے ہے کہ کسی نہ کسی بنیاد پر بنی آدم کی تقسیم ہونی ہے۔ (کیوں ہونی ہے؟ نہیں معلوم؛ بس ہونی ہے!)۔ اور سب سے اہم بات: یہ محض کوئی ’انتظامی‘ تقسیم نہیں بلکہ سوسائٹی کو ’’تشکیل‘‘ اور ’’شناخت‘‘ دینے والی تقسیم ہوگی، جیساکہ پیچھے گزر چکا۔
2. دوسری یہ بات طے ہے کہ اس تقسیم کا کوئی اصول نہیں ہوگا۔ کہیں ایک ارب انسان ایک ’قوم‘ ہوسکتے ہیں (مانند بھارت) بلکہ اپنے ’چھنے‘ یا ’بچھڑے‘ ہوئے حصوں (مانند آزاد کشمیر وغیرہ!!!) کو اپنے ساتھ ملانے کےلیے ’کوشاں‘ ہوسکتے ہیں، تو کہیں (مناکو) صرف بتیس ہزار انسان ہی[[6]](#footnote-6) ایک مکمل ’قوم‘ ہوسکتے ہیں۔

تو اب چونکہ یہ دو باتیں ’’طے‘‘ ہیں (!!) اور ’’حق‘‘ ثابت ہوچکی ہیں (!!) }جبکہ آپ کی خلافت (’’دین‘‘ کی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم) تو حق ہی ثابت نہیں ہوئی کیونکہ آپ کی خلافت کے پاس وہ اصل دلیل (طاقت کا ڈنڈا) ہی ابھی نہیں ہے (!!!){ ... لہٰذا کیا کریں ایک ہی نسل، ایک ہی زبان اور ایک ہی رہن سہن کے لوگ اب سٹیٹ ایسی ’حق‘ بنیاد پر تقسیم تو ہونے ہیں...!!! چنانچہ یہ وجہ ہے کہ آدھے کُرد اِدھر آدھے اُدھر، آدھے تامل اِدھر آدھے اُدھر، آدھے تاجک اِدھر آدھے اُدھر، آدھے بلوچ اِدھر آدھے اُدھر، آدھے بربر اِدھر آدھے اُدھر، آدھے بنگالی اِدھر آدھے اُدھر... اور **درمیان میں اونچی اونچی دیواریں**۔ اب ’’حق‘‘ سے بڑھ کر کونسی چیز اہم ہے! نسلیں، رشتے، خون وغیرہ اِس ’’حق‘‘ پر آخر قربان تو ہوں گے!!!

***دورِ ماضی میں ہمارے یہاں پایا جانے والا ’’متعدد خودمختار اِمارتوں‘‘ کا فنامنا (حتیٰ کہ ہماری طوائف الملوکی) ایک ’انتظامی‘ معنیٰ کی پھوٹ تھی؛ جس سے ’’الجماعۃ‘‘ کا معنیٰ شدید حد تک متاثر ضرور ہوتا تھا مگر یہ کوئی ’’تشکیلی‘‘ طرز کی ریاستیں نہ تھیں***

تو پھر اب ہم اپنے ’اسلامی‘ ہیومن اسٹوں سے پوچھیں گے: ایک خون اور ایک سے رہن سہن پر چھری پھرجانا تو آپ کی اِس جدید دنیا میں ’ریاست‘ کے نام پر طے ہے، بلکہ فرض ہے... تو اس کےلیے اسلام کی دی ہوئی بنیاد ہی کیوں بری ہے؟ کم از کم ’’دین‘‘ کا فرق کوئی حقیقی فرق تو ہے، ’سٹیٹ‘ کا فرق تو خون میں جدائی ڈالنے کےلیے کوئی ایک بھی معقول وجہ نہیں رکھتا!!!

یہاں آپ دیکھ چکے لسان، نسل اور رہن سہن ایسی اکائیوں کو ’ریاست‘ ایسے نام نہاد ’حق‘ پر دو طرح سے قربان کیا جاتا ہے:

ان میں سے ایک ایک اکائی سوسائٹی کو محض ’چلانے‘ کی اکائی نہ ہوگی بلکہ سوسائٹی کو ’’تشکیل‘‘ دینے والی اکائی ہوگی

1. ان رشتوں کے مابین ریاست کی سرحد کھڑی کردینا، (براء) اور
2. اندرونی سطح پر ان کو ریاست ایسی ’’بڑی وحدت‘‘ میں گم کرنا (ولاء)۔

یعنی عین وہ دو معنے جو ہمارے ہاں ’’ملت‘‘ کے حوالے سے بیان ہوتے آئے ہیں۔

یہاں ہم کہتے ہیں: ہم(خلافت پر یقین رکھنے والوں) نے بھی ’رنگ‘ اور ’خون‘ کو کب نظرانداز کیا ہے؛ ہم نے بھی تو آپ کی تجویز کردہ ’وحدت‘ کو ہی چیلنج کیا ہے کہ اس کی یہ حیثیت کہاں سے ہوئی کہ رنگ، نسل، زبان اور خونی رشتے اس پر قربان کر ڈالے جائیں!

**پس رنگ، نسل، زبان اور خونی رشتوں کی قربانی تو بوقتِ ضرورت آپ کے ہاں بھی طے ٹھہری ... بلکہ ان نسلی اور خونی رشتوں کی قدر ہمارے ہاں تم سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے؛ البتہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی عزیز چیز اگر قربان ہونی آپ ہی کے ہاں ٹھہر چکی تو وہ ’’ریاست‘‘ پر کیوں قربان ہو، ’’دین‘‘ پر کیوں قربان نہ ہو؟**

پھر یہ بھی واضح رہے... کہ ’’دین‘‘ دو بھائیوں کے مابین اگر کوئی جدائی ڈالتا ہی ہے تو وہ کوئی ایسا فاصلہ نہیں کہ دو بھائی اور ان کی نسلیں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کو ترس جائیں؛ ’ویزہ‘ سفارتخانوں کے آگے دو دو میل کی قطار، پسینے میں شرابور، تذلیل انسانیت کی عکاسی کریں! ہماری ’’الجماعۃ‘‘ تو دو بھائیوں میں جو جدائی ڈالتی ہے وہ صرف اس قدر کہ نبی پر ایمان لانے والا بھائی ’’الجماعۃ‘‘ کا بنیادی حصہ ہے، جبکہ نبی پر ایمان نہ لانے والا بھائی اس شرف سے محروم۔ البتہ اگر وہ کوئی حربی نہیں تو بڑی خوشی سے وہیں (اسی ’’الجماعۃ‘‘ کی سرزمین میں) رہے اور دونوں بھائیوں کے مابین ’’حسنِ سلوک‘‘ بھی رہے؛ جوکہ دعوت کا اہم ذریعہ ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (الممتحنۃ: 8، 9)

 اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں، اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کریں وہ البتہ ظالم ہیں۔

\*\*\*\*\*

**یہاں؛ ہم اپنے ’اسلامی‘ ہیومن اسٹوں سے دریافت کریں گے کہ آخر وہ کونسی منصفانہ قدریں ہیں جن کی بنیاد پر نسل آدم کو تقسیم کرنا خود ان کی نظر میں جائز ہے؟** اگر یہ پھر کہیں کہ: نسلی و لسانی رشتے... تو ہم کہیں گے کہ پھر اٹھئے؛ ہماری اسلامی جماعتوں خصوصاً ’’الجماعۃ‘‘ (خلافت) کی داعی تحریکوں کے خلاف صبح شام بولنے کی بجائے ان ’قومی ریاستوں‘ والے فنامنا کے خلاف تحریک اٹھائیے جو نسلی و لسانی رشتوں کو آپ کے سامنے لخت لخت کررہا ہے یہاں تک کہ ایک بےرحم ’’ریاستی عمل‘‘ کے نتیجے میں آج بہت سی زبانیں اور بہت سے علاقائی کلچر ناپید ہوجانے کے قریب ہیں۔ اگر یہ نسلی و لسانی رشتے ہی تمہارے نزدیک انسانوں کو تقسیم کرنے کی جائز بنیاد ہیں پھر تو تمہیں چاہئے کہ اِس ’نیشن سٹیٹ‘ کے فلسفے کے خلاف تحریک اٹھا دو لیکن تم تو اس کے حق میں تحریک چلا رہے ہو، اور صرف اس بات کے درپے ہو کہ انسان کی اجتماعی زندگی کو ’’دین‘‘ پر قائم کرنے والی تحریکوں کو ہی کسی طرح غلط اور ’خلافِ قرآن‘ ثابت کردو؛ ہر شخص دیکھتا ہے کہ یہاں کے ہر ٹی وی چینل پر تم ان کے خلاف زہر اگلنے بیٹھے ہوتے ہو؛ حالانکہ ان نسلی و لسانی اکائیوں کو تحفظ دلانے کےلیے یہ سارا شور اور تحریک تمہیں ہماری ’’خلافت‘‘ کے خلاف نہیں بلکہ اس ’’ماڈرن سٹیٹ‘‘ کے خلاف اٹھانی چاہئے!

بلکہ ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ ان نسلی ولسانی وعلاقائی اکائیوں کو تحفظ دلانے میں ہی اگر تم سچے ہو، تو کم از کم اسی ایک مقصد کےلیے تمہیں ہماری ’’خلافت‘‘ کے حق میں آواز اٹھانی چاہئےجو کبھی ان علاقائی اکائیوں کے حق میں خطرہ نہیں بنی بلکہ اُس کے سائے میں یہ علاقائی رنگ، زبانیں اور کلچر ہمیشہ اٹکھیلیاں کرتے رہے ہیں...

تاہم اگر یہ ’اسلامی‘ ہیومن اسٹ ’’رنگ و نسل‘‘ کا نام بھی نہ لیں (اور نہ لےسکتے ہیں)، جبکہ ’’دین‘‘ کو اس حیثیت میں وہ اس سے پہلے ہی رد کر چکے، تو ہم پوچھیں گے کہ **پھر ’’ریاست‘‘ اور ’’قوم‘‘ کی بنیاد آپ کے خیال میں ویسے ہونی کیا چاہئے؟ کوئی تو ایک معقول بنیاد بتائیں** جس کو سٹینڈرڈ مان کر ہم کہیں کہ فلاں ریاست ٹھیک بنیاد پر قائم ہے اور فلاں ریاست باطل بنیاد پر قائم ہے!!! (یا یہ ’باطل‘ بنیاد صرف ’’پاکستان‘‘ کے کیس میں ہی بار بار نشان زد کرنا ضروری ہے؟!!!) ان کی دی ہوئی بنیاد کو بنیاد بناتے ہوئے ہم کہہ سکیں کہ بھارت یا روس وغیرہ ایسے فلاں اور فلاں ملک کو کتنی ریاستوں میں منقسم ہونا چاہئے اور یہ بھی طے کرسکیں کہ کتنے عرب ممالک کو اِنہی کے بتائے ہوئے وصف کی بنیاد پر ایک ریاست ہونا چاہئے!

یہ ہمیں اگر کوئی ’معقول‘ بنیاد بتائیں تو ہوسکتا ہے ہم انہی کی بتائی ہوئی بنیاد پر ثابت کرسکیں کہ پنجابی اگر مالاکنڈ اور خیبر کے پشتونوں کے ساتھ مل کر ایک قوم ہوسکتے اور ایک صف ہو کر ہندو مشرک کے خلاف لڑ سکتے ہیں تو یہی پنجابی جلال آباد، قندھار اور کابل کے پشتونوں کے ساتھ مل کر بھی اللہ کے فضل سے ایک قوم ہوسکتے اور غاصب ہندو کا کچومر نکال سکتے ہیں۔ کوئٹہ اور بدین میں بیٹھا ایک کلمہ پڑھنے والا بلوچ خدا کی توفیق سے پنجابیوں کی ’’قوم‘‘ ہوسکتا ہے تو چاہ بہار اور زاہدان میں بیٹھے ایک کلمہ پڑھنے والے بلوچ کو بھی اُسی اللہ اور رسولؐ کے نام پر پنجابیوں کی ’’قوم‘‘ ہونے میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔ یہ اگر ہمیں کوئی ’معقول‘ بنیاد بتائیں تو شاید ہمیں یہ بھی معلوم ہوجائے کہ امرتسر اور لدھیانہ میں عین ہمارے لہجے میں پنجابی بولنے اور یہی کبڈی کھیلنے والا ایک سکھ لاہور اور قصور میں بسنے والے نمازیوں کی ’’قوم‘‘ بنتا ہے یا نہیں۔

ہم دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر یہ ہمیں کوئی ایک بھی معقول consistent وصف بتادیں کہ ملک اور قومیں کس بنیاد پر بننی چاہئیں تو اس سے اگلے لمحے بہت سے ملک ڈھانے اور بہت سے ملک بنانے پڑ جائیں گے۔ یہ ہمیں اِس سلسلہ میں کوئی ایک منطقی بات بتادیں تو اِن ’اسلامی‘ ہیومنسٹوں کو ہماری ’’خلافت‘‘ اور ’’اقامتِ شریعت‘‘ کے خلاف اپنی یہ تحریک موخر کرکے اردگرد کے بہت سے ملکوں میں جاری علیحدگی پسند تحریکوں کے حق میں بولنا پڑ جائے گا نیز بہت سے ملکوں کو دوسرے ملکوں کے اندر مدغم کردینے کی تحریکوں کے حق میں آواز اٹھانا پڑ جائے گی!

آپ اِن سے یہ اصل سوال پوچھئے، اِس نتیجہ پر پہنچنے میں آپ کو ذرا دیر نہ لگے گی کہ ان لوگوں کے پاس کوئی ایک بھی قدر یا ایک بھی توجیہ نہیں سوائے ہماری اُن جماعتوں کے خلاف بغض کے جو اِس وقت ہمارے مسلم مقبوضہ خطوں میں عالمی سامراج کے خلاف سینہ سپر ہیں یا جو زمین کے مختلف گوشوں میں اسلامی زندگی کی بحالی کےلیے سرگرم ہیں۔ آپ بآسانی اِس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ **ٹی وی چینلوں پر بیٹھ کر سوائے اِس ایک بات کو ’ثابت‘ کرنے کے کہ پاکستان ایک نہایت غلط بنیاد پر بنا دیا گیا تھا، ان کا کوئی ایجنڈا نہیں**؛ }صبح شام یہی ٹیپ کا مصرع: بھلا ’مذہب‘ کی یہ حیثیت تھوڑی ہے کہ اس کی بنیاد پر ملک بن جایا کرے؛ ’مذہب‘ تو اللہ اللہ کرنے کےلیے ہےاور یہاں ’مذہب‘ کا کیا مصرف ہورہا ہے، ہم اِس ’’اصل غلطی‘‘ کو تو پکڑتے نہیں جو آج سے سات عشرے پہلے کی گئی اور اب اس کے یہ ’ہولناک‘ نتائج دیکھ کر پریشان ہورہے ہیں؛ مسئلہ کو اُس کی جڑ سے پکڑیے!{ کسے معلوم نہیں مسلمانوں کے گھر میں بیٹھ کر یہ کس کی بولی بولی جارہی ہے!

\*\*\*\*\*

آخری بات یہ رہ جاتی ہے کہ یہ ’اسلامی‘ ہیومنسٹ کہیں کہ ہم تو صرف اِ س مار دھاڑ کے خلاف ہیں جو مسلم ملکوں میں ’’شریعت‘‘ کے نام پر ہورہی ہے اور جس کو ’’خلافت‘‘ یا ’’اسلامی ریاست‘‘ وغیرہ ایسے عنوانات سے جوڑا جاتا ہے؛ بس اِس لیے آپ کے خلاف یہ سب تحریک اٹھا رکھی ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ آپ سے پہلے ہم اِس ماردھاڑ کے خلاف ہیں۔ ہماری نظر میں، وقت کے کسی ایک معتبر عالم نے فتویٰ نہیں دیا کہ ’’نفاذِ شریعت‘‘ یا ’’قیامِ خلافت‘‘ کےلیے مسلمان آج ہتھیار اٹھا کر کھڑے ہوجائیں۔ ہتھیار اٹھانے کا فتویٰ علماء کی طرف سے صرف وہیں پر دیا گیا ہے جہاں صلیب و ہندو (وغیرہ) کی فوجیں کیل کانٹے سے لیس ہماری کسی مسلم سرزمین میں اتر آئی ہیں (اور جس کی ایک گونہ گنجائش اگر آپ نکالنے پر آئیں تو اپنے ’ہیومن اسٹ‘ قواعد سے بھی نکال سکتے ہیں؛ بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ اس پر آپ افغان و فلسطینی و کشمیری وغیرہ مجاہدین کے ساتھ کھڑے ہوں نہ کہ اپنا پورا ابلاغی وزن ان پر حملہ آور دشمن کے پلڑے میں ڈال کر اُس غاصب کےلیے اِس موقع پر باعث تقویت بنیں!) لیکن اگر واقعی اعتراض اس ماردھاڑ پر ہے جو بعض مسلم ملکوں میں ہورہی ہے تو آخر اُن طبقوں پر کیا اعتراض ہے جو کسی خونریزی کا راستہ اختیار کیے بغیر عالم اسلام میں ’’الجماعۃ‘‘ کے استحکام، ’’خلافت‘‘ کے قیام اور ’’اسلامی زندگی‘‘ کی بحالی کےلیے تحریک چلاتے ہیں؟ یہاں کی اقوام نے ایک طویل جدوجہد کے بعد لیگ آف نیشنز والے استعمار سے آزادی لی، اب اگر وہ اِس یو این والے استعمار سے آزادی کےلیے بھی آواز اٹھائیں تو اس کے خلاف صبح شام زہر اگلنے کی کیا تک ہے؟

**ہوسکتا ہے ہم انہی کی بتائی ہوئی بنیاد پر ثابت کرسکیں کہ پنجابی اگر مالاکنڈ اور خیبر کے پشتونوں کے ساتھ مل کر "ایک قوم ایک صف" ہندو مشرک کے خلاف لڑ سکتے ہیں تو یہی پنجابی جلال آباد، قندھار اور کابل کے پشتونوں کے ساتھ مل کر بھی "ایک قوم ایک صف" ہوسکتے ہیں۔ کوئٹہ اور بدین میں بیٹھا ایک کلمہ پڑھنے والا بلوچ پنجابیوں کی "قوم" ہوسکتا ہے تو چاہ بہار اور زاہدان میں بیٹھے ایک کلمہ پڑھنے والے بلوچ کو بھی اُسی اللہ اور رسولؐ کے نام پر پنجابیوں کی "قوم" ہونے میں کوئی مانع نہیں ہو سکتا۔**

 **یہ اگر ہمیں کوئی ’معقول‘ بنیاد بتائیں تو شاید ہمیں یہ بھی معلوم ہوجائے کہ امرتسر اور لدھیانہ میں عین ہمارے لہجے میں پنجابی بولنے اور یہی کبڈی کھیلنے والا ایک سکھ لاہور اور قصور میں بسنے والے نمازیوں کی ’’قوم‘‘ بنتا ہے یا نہیں۔**

دنیا کا یہ نقشہ جو آپ کو آج نظر آتا ہےسو سال پہلے ایسا نہ تھا۔ اس لیے یہ کوئی ازلی حقیقت تو ہے نہیں کہ اس کو بدلنے کی بات تک نہ کی جائے۔دنیا کا نقشہ آج تک بدلتا آیا ہے تو آئندہ بھی اس کو بدلنے سے کوئی قیامت نہ آجائے گی۔ پست ہمتوں کو اپنا دیکھا ہوا ہر لمحہ کتابِِ تاریخ کا آخری صفحہ نظر آتا ہے اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ تاریخ کو اب یہیں تھم جانا ہے، حالانکہ ہر نیا سورج یہاں نئے امکانات لے کر آتا ہے؛ اور یہ جہان روز تبدیلیوں سے گزرتا ہے۔ پس اس معاملہ میں نہ کوئی شرعی قباحت ہے اور نہ کوئی عمرانی رکاوٹ کہ دنیا کی ایک باطل تقسیم کو ایک صالح تقسیم سے بدلنے کی کوشش ہو اور ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی اِس امت کو اس کے رنگوں، نسلوں، زبانوں اور کلچروں کو پورا تحفظ دیتے ہوئے ایک بڑی وحدت ’’الجماعۃ‘‘ میں پرونے کی جدوجہد ہو، اس کے مقابلے پر ’یو این‘ کا الحادی پیراڈائم جو ہماری گھٹی میں اتارا جارہا ہے مسترد کردیا جائے۔ آخر اس میں بڑی بات کیا ہے کہ زمین کی تقسیم جو ’’مُحَمَّدٌ فَرۡقٌ بَیۡنَ النَّاسِ‘‘ کی بنیاد پر سوا ہزار سال سے زائد عرصہ چلتی رہی ہے، اِس استعماری تعطل کے بعد پھر بحال ہوجائے؟!

اور اگر یہ لوگ مرزا قادیانی کی سنت پر چلتے ہوئے سب کچھ ’ملکہ وکٹوریہ‘ کی تحویل میں دینا اور آج کی ڈیٹ پر فریز کروا دینا چاہتے ہیں؛ اور ہم سے اس بات کے خواہاں ہیں کہ پورے کرۂ ارض میں جو سٹیٹس کو status quo جس طرح ہے اس کو نظریاتی سطح پر بھی چیلنج مت کریں (کیونکہ ان کی نظر میں ’قرآنی ہدایات‘ کا یہی تقاضا ہے)؛ زمین کی جو ترتیب اور جو تقسیم ہوچکی اُس میں کسی غلطی اور انحراف کی نشاندہی اور کسی تبدیلی کی تجویز پراَمن طور پر دینا بھی اگر ان کے نزدیک ’خلافِ قرآن‘ ہے؛ دنیا میں کیا چلتا ہے اور کیا نہیں چلتا، اس سے آپ کو کچھ سروکار ہونا ہی نہیں چاہئے؛ بس جو ہے اس کی اطاعت کرو اور معاملاتِ زمین میں یہ دیکھو ہی مت کہ یہاں کیا چیز حق ہے اور کیا چیز باطل... تو پھر ان کو اپنا یہ ’مستند قرآنی‘ موقفِ (جبر) کسی ایچ پیچ کے بغیر، واضح لفظوں میں بیان کرنا چاہئے؛ کیا بعید ’قانون اتمامِ حجت‘ اپنے کسی ارتقائی مرحلے میں یہ بھی تقاضا کرے کہ ’’موسیٰ اور اُس کے معجزات‘‘ کی غیرموجودگی میں ’فرعون‘ کی بیعت ہونا اور دل سے اس کا وفادار رہنا ہی فرض ہے!

(زیرتالیف ’’خلافت و ملوکیت پر تعلیقات‘‘: ’’انتظامی اور تشکیلی جبر‘‘۔ ایقاظ، اپریل 2014)

’درجنوں زبانوں اور ڈھیروں کلچرز‘ کو ’ایک ریاست‘ کی قید ڈالنے پر کاش ہماری ’’خلافت‘‘ یا ’’پاکستان کے فارمولے‘‘کو معاف کرکے فی الحال اِن حضرات کا رخ ’’بھارت‘‘ کی طرف ہوتا جہاں ملک کے ایک طرف کا باشندہ دوسری طرف کے باشندے کی بات سمجھ تک نہیں سکتا؛ لیکن یہ تسلسل کے ساتھ ’’پاکستان‘‘ اور ’’خلافت‘‘ ہی کو اپنی مشقِ سخن کےلیے منتخب فرماتے ہیں! البتہ ’ذہانت‘ سے کام لیتے ہوئے ’بنگالیوں‘ کی مثال دینے کے بعد اپنی بات ’نامکمل‘ چھوڑ دیتے ہیں! ظاہر ہے بلوچ کو پنجابی سے جوڑنے والی کوئی گوند ’مذہب‘ سے بڑھ کر مضبوط نہیں ہے؛ اس ’’گوند‘‘ کا استعمال متروک ٹھہرا دیں تو یہ رشتہ خود ہی قابل ترس ہوجاتا ہے)۔

1. (سوائے روسو Rousseau والی دلیل کے؛ جوکہ بذاتِ خود جبر کی بدترین صورت ہے!)

’’جبر‘‘ کی بابت ہم یہ کہہ چکے کہ انسانی زندگی کی یہ ایک ضرورت ہے دلیل نہیں؛ دلیل اس کو بہرحال کہیں سے لانا ہوگی؛ ورنہ یہ دھونس ہے۔

 جہاں سب انسانوں کو ایک بات کے آگے جھکانا ہو وہاں ’’دلیل‘‘ یا تو کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے جس پر بنی آدم کا اتفاق ہو، یا پھر وہ خدا کا فرمایا ہو۔ مگر یہ حضرات ایسے ایک ’’جبر‘‘ کےلیے، جس میں انسانوں کے جان مال اور آبروئیں مباح کر لی جائیں گی، یہاں تک کہ وہ ’’جبر‘‘ انسانوں کی ذہنی ساخت کرنے کا حق رکھے گا... یہ حضرات ایسے ایک ’’جبر‘‘ کےلیے صرف اپنی ’چونکہ اور اگرچہ‘ کو ’دلیل‘ قرار دیں گے؛ پھر اس ’’رائے‘‘ کا ثبوت مزید ایک ’’رائے‘‘ سے دیں گے؛ علیٰ ھٰذا القیاس! روسو Rousseau کی علمی امامت پر گویا یہ سب اکٹھے ہیں! [↑](#footnote-ref-1)
2. ’’سٹیٹ‘‘ تو جدید سیاسیات میں باقاعدہ ایک ’’ملت‘‘ ہوتی ہے۔ وہ کب کہے گی کہ میں ایک خاص زبان یا نسل یا رہن سہن پر قائم چیز ہوں؟ ہاں وہ اپنے شہریوں کے ہاں پائی جانے والی زبانوں اور کلچرز کے ’’تحفظ‘‘ کا ذمہ اٹھائے گی؛ جوکہ ’’خلافت‘‘ اس سے کہیں بڑھ کر اٹھاتی ہے! پس یہ ’دلیل‘ تو بہرحال نہ ہوئی! اور اگر ہے تو ’’خلافت‘‘ کے حق میں زیادہ ہے یا کم از کم ایک برابر!!! (دیکھئے گزشتہ فصل: ’’جدید ریاست: ایک طرح کی ملت‘‘)۔ [↑](#footnote-ref-2)
3. ریاست میں جاری تشکیلی عمل (خصوصاً میٹافزک) کے حوالے سے ہماری یہ گزارشات واضح ہونے کےلیے ضروری ہے کتابچہ کی فصل (’’ملک سب کا‘‘ کا مطلب) قاری کی نظر سے گزر چکی ہو۔ [↑](#footnote-ref-3)
4. کتاب اللہ کے منصب و مقام کی بابت دیکھئے فصل: ’’کتاب سے سوسائٹی‘‘۔ [↑](#footnote-ref-4)
5. اس ہیومن اسٹ پیراڈائم کی رُو سے: ہر وہ ملک جہاں ایک سے زیادہ مذہب پایا جائے وہاں کسی ایک مذہب کے بتائے ہوئے حقائق ’میٹافزیک‘ اور ’سوشل سائنسز‘ ایسے ابواب اور تشریعات میں حوالہ نہیں ہو سکیں گے؛ اور سوسائٹی کی تشکیل نہ کریں گے! [↑](#footnote-ref-5)
6. مناکو Monaco ایک خودمختار ملک: آبادی: 32 ہزار۔ رقبہ: طول تین میل، عرض ڈیڑھ میل۔

(دیکھئے فصل ’’گواہ چست‘‘) [↑](#footnote-ref-6)